سرد جنگ کے بعد امریکہ کی پاکستان سے متعلق خارجہ پالیسی : ایک تجزیہ

محمد فیاض انور*

Abstract

In 1989, Soviet Union withdrew its forces from Afghanistan. Later on, with the collapse of the Soviet Union; the bipolar system of the world changed into unipolar system of the world. In its result, the United States of America emerged as the sole super power of the world. The collapse of USSR removed the major concern of US cold war foreign policy of containment of Communism.. At the same time the decade long Iran–Iraq war exhausted the Iranian revolutionaries and decreased their military capability to a level that they ceased to pose any serious threat to the US interests in the region. Consequently South Asia was placed at the less priority areas of the world in the US foreign policy goals; and resultantly Pakistan lost its previous importance of being the Cold War ally. The Issue of Nuclear Non-Proliferation became the of priority concern in the US foreign policy goals. It imposed sanctions against Pakistan. In this article with this background, the US post cold war policy towards Pakistan has been discussed.

خاکہ

۱۹۸۹ء میں افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلااورمزید برآں سوویت یونین کے ٹوٹنے اور دنیا سے دوقطبی نظام کے خاتمے کے نتیجے میں عالمی افق پر امریکہ واحد سپر پاور بن کر ابھرا. اور یوں امریکی خارجہ پالیسی میں جنگ عظیم دوم سے شروع ہونے والی کیمونیزم

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ مطالعہ پاکستان، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

کے پھیلاؤ کو روکنے کی پالیسی اپنے انجام کو پہنچی، اور یوں نصف صدی پر محیط سرد جنگ کا انکام کار ہوا۔ اسی طرح سے ایک دہائی پرمحیط ایران۔عراق جنگ نے ایران کے اسلامی انقلاب کے جذبے کو ختم کر دیااور ایران کی فوجی صلاحیت کو بھی بہت حد تک کمزور کر دیا،اوراس کے بعد امریکی مفادات کے لیے اس علاقے میں مزید کوئی خطرہ نہ رہا۔سرد جنگ کے خاتمے کے بعد بننے والے عالمی منظر میں امریکہ نے اپنی خارجہ پالیسی دوبارہ سے ترتیب دی۔اس نئی صورت حال کے نتیجے میں بننے والے عالمی نظام میں جنوبی ایشیا کی پہلے والی حیثیت نہ رہی۔اور یوں پاکستان بھی اپنی سابقہ سرد جنگ میں حاصل ہونے والی حیثیت برقرار نہ رکھ سکا۔اس مقالہ میں سرد جنگ کے پس منظر میں ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ابھرنے والے اس نئے عالمی نظام میں پاکستان سے متعلق امریکہ کی خارجہ پالیسی کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد دنیا کی طاقت کا پلڑا بدلا، اور دنیا میں دو قطبی سے یک قطبی طاقت کا نظام ابھرا۔ جس کے نتیجے میں نئے عالمی تناظر میں امریکہ دنیا کی واحد سپرپاور بن کے ابھرا۔ اس کے بعد امریکہ نے اپنی خارجہ پالیسی نئے انداز میں ترتیب دی۔ اس نئی امریکی پالیسی میں جوہری ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کا مسئلہ بنیادی اہمیت اختیار کر گیا۔[۱] اس کے علاوہ اس پالیسی میں بین الاقوامی دہشت گردی کا خاتمہ، منشیات کی روک تھام، اسلامی بنیاد پرستی کا خاتمہ، آزاد منڈی کی معیشت، انسانی حقوق اور جمہوری عمل کا پروان چڑھانا زیادہ نمایاں رہے۔[۲] اس نئی امریکی پالیسی کے مطابق جنوبی ایشیا کو دنیا کا غیر مستحکم علاقہ خیال کیا گیا۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان موجود کشیدگی کو بھی جوہری ہتھیاروں کے پھیلاؤ کی ایک وجہ سمجھا گیا۔ امریکی پالیسی ساز اداروں کے نزدیک ان دو ممالک کے درمیان تنازعات ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس خیال کے ساتھ کہ نہ صرف یہ دو ممالک جوہری ہتھیاروں کے ساتھ کسی مسلح جاریت کا حصہ بن سکتے ہیں بلکہ سارے خطے میں عدم استحکام کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔[۳] اس کے علاوہ دونوں ممالک کے درمیان حادثاتی جنگ کا بھی امکان تھا۔ ۱۹۹۰ء کے آغاز میں بھارت اور پاکستان کے درمیان غیر معمولی فوجی صف بندی بھی ہوئی۔اس سلسلے میں بھارتی وزیراعظم وی پی سنگھ کے بیا ن نے اس خیال کو مزید تقویت دی۔[۴] کشمیر میں جاری مسلح جدوجہد کی مذہبی

نوعیت بھی اس امریکی سوچ کی ایک وجہ تھی۔ اس ضمرے میں جب بھارت نے پاکستان کی سرپرستی میں افغان مجاہدین کی کشمیرمیں جاری جدوجہد سے متعلق اپنے تحفظات ظاہر کیئے تو امریکہ نے پاکستان کو دہشت گردی کی سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے منع کیا۔۵ اور آزادی کشمیر میں کسی قسم کی مدد سے گریز کرنے کو کہا اورغیرریاستی جنگجوؤں کی سرپرستی کرنے سے منع کیا۔ کشمیر کی تحریک آزادی میں مجاہدین کی شمولیت سے پاکستان چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح مذاکرات تک پہنچ سکے۔ پاکستان بھارت کے درمیان ان حالات کی موجودگی میں اسی دوران میں ایم۔11میزائل کی چین سے پاکستان ترسیل نے بھی امریکی جوہری ہتھیاروں کے پھیلاؤ کے خدشات کو اور زیادہ سنگین کر دیا۔٦ جنوبی ایشیاء کے اس سارے منظر میں پاکستان بھارت جنگی کھینچاؤ کے تناظر میں ۱۹۹۰ء میں امریکہ نے روس، چین، جاپان، اور دیگر اہم یورپی ممالک سے رابطہ کیا کہ وہ بھارت اور پاکستان کو جوہری عدم پھیلاؤ کیلئے قائل کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔۷

اس سارے پس منظر میں امریکہ نے اپنی نئی خارجہ پالیسی کو اپناتے ہوئے ایٹمی عدم پھیلاؤ کے حوالے سے ۱۹۹۰ء میں پریسلرقانون کے تحت پاکستان پر فوجی اور اقتصادی پابندیاں عائد کیں۔جب پاکستان پر امریکی پابندیاں لگیں اس وقت یہ مصر او ر اسرائیل کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ امریکی امداد حاصل کرنے والا ملک تھا۔۸

ان اقتصادی پابندیوں کے نتیجہ میں مالی سال ۱۹۹۱ء کے لیے منظور شدہ 564 ملین ڈالر کی امداد روک دی گئی۔ اس کے علاوہ یہاں تک کہ پاکستان کی طرف سے ادا شدہ فوجی سازو سامان کی ترسیل بھی روک دی گئی۔ اسی حوالے سے ۲۸ F-16 جنگی طیارے بھی روک لیے گئے۔۹ امریکہ کی پاکستان کو دی جانے والی امداد میں ایک ذریعہ سماجی بہبود کے کاموں کے لیے دی جانے والی امریکی امداد بھی تھی۔ اس امداد کا ذریعہ یو ایس ایڈ کے پروگرام تھے۔ انہیں پابندیوں کے زمرے میں یو ایس ایڈ کے پروگرام کے تحت دی جانے والی سماجی بہبود کی امداد بھی روک لی گئی۔ اور یوں یو ایس ایڈ کی امداد کا دورانیہ دس سال سے کم کر کے ساڑھے چار سال کے عرصہ کے لیے کیا گیا اور امداد کی رقم بھی 280 ملین ڈالر سے کم کر 77 ملین ڈالر کر دی گئی۔۱۰ پاکستان کی اقتصادی امداد کا ایک بڑا ذریعہ بین

الاقوامی مالیاتی فند (آئی ایم ایف) اور عالمی بینک ہیں۔ چونکہ آئی۔ ایم۔ ایف اور عالمی بینک کے امداد جاری کرنے کے فیصلوں میں امریکہ خاصا اثر رکھتا ہے۔ اسی لیے امریکہ نے ان بین الاقوامی اداروں سے پاکستان کو ملنے والی امداد کے فیصلوں کو بھی اثرانداز کیا اور ان اداروں نے پاکستان کی امداد روک دی۔[۱۱]

پریسلر ترمیم کی وجہ سے پاکستان امریکہ تعلقات ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۳ء تک سرد مہری کا شکار رہے۔ اس عرصہ میں کسی قسم کی فوجی یا اقتصادی امداد جاری نہیں کی گئی۔ صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کیتھولک ریلیف سروس اور CARE (Cooperative American for Relief Everywhere) کے ذریعے جاری رکھی گئی۔[۱۲] یو ایس ایڈ کے تحت جاری منصوبے بھی اپنی تکمیل کی مدت تک چلتے رہے۔ اس کے علاوہ انسدادِ منشیات اور منشیات کنٹرول کے منصوبوں میں بھی تعاون جاری رہا۔ مزید برآں پاکستان اورامریکہ سرد تعلقات کے باوجود پاکستان نے اقوام متحدہ کے تحت چلنے والے سلامتی اور امن و امان بحال کرنے (Peace Keeping Peace and Making) کے منصوبوں میں فعال کردار ادا کیا۔[۱۳] پاکستان کے اقوام متحدہ کے ان منصوبوں میں تعاون کے تحت خلیج جنگ میں پانچ ہزار فوجیوں کو بھیجا۔ اسی تعاون کے تحت ہی ۱۹۹۲ء میں پاکستان نے چھ ہزار فوجیوں کو صومالیہ بھیجا اور ۱۹۹۳ء میں اپنے تین ہزار فوجیوں کو بوسنیا روانہ کیا۔[۱۴]

اسی دوران امریکی پالیسی ساز اداروں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ امریکہ کی جوہری عدم پھیلاؤ کی پالیسی کے تحت لگائے جانے والی پابندیاں اس کے مفادات کو حاصل کرنے میں رکاوٹ بن رہی ہیں۔ ان سے پاکستان کی اشرافیہ اور عوام دونوں کی سوچ متاثر ہورہی ہے۔ اور یوں امریکی پالیسی ساز اداروں نے سنجیدگی سے اپنی پابندیوں کی پالیسی پرغور و غوض شروع کر دیا۔ اس نئی سوچ سے پاکستان اور امریکہ کے درمیان دوطرفہ تعلقات کو بہتر کرنے میں ماحول ساز گار ہوا۔[۱۵]

امریکی محکمہ دفاع پاکستان کے انسدادِ دہشت گردی اور انسدادِ منشیات کے کردار کی وجہ سے اسے مدد گار سمجھتا ہے۔ اسی نئی سوچ کے تناظر میں پاکستان کے فعال کردار کی بنیاد پر پاکستان کی افواج اور دیگر اداروں سے رابطے کرنا شروع کر دیے اور مختلف اعلیٰ عہدہ داروں

نے پاکستان کے دورے کیئے۔ اس کی بنیادی وجہ امریکی دفاعی بجٹ میں کمی اور فوج میں کمی کی پالیسی تھی۔ اس تناظر میں امریکہ نے پاکستان سے متعلق دیگر ذیلی معاملات میں بھی اپنا رویہ نرم کیا اور پاکستان کی یو ایس ایڈ کے پروگرام کے تحت 1994ء میں دس کروڑ ڈالر کی امداد فراہم کی۔1994ء میں امریکی نائب صدر الگورے قاہرہ میں پاکستانی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو سے ملے۔۱۶ اس کے نتیجے میں امریکہ نے این جی اوز کے ذریعے یو۔ایس۔ایڈ کے منصوبوں کا آغاز کیا۔ جن میں نوزائیدہ بچوں کی صحت اور خواتین کی تعلیم کے لیے دس ملین ڈالر کی امداد فراہم کی گئی۔ مزید برآں پاکستان میں نجی شعبہ کی سرمایہ کاری کی بھی حوصلہ افزائی کی۔۱۷

۱۹۹۵ء میں پاکستانی وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے امریکہ کا دوہ کیا اور صدر بل کلنٹن سے ملاقات کی۔ اس دوران بے نظیر نے امریکی انتظامیہ کو باور کرایا کہ پاکستان ان کا نصف صدی سے اتحادی ہے اور ہمیشہ کیمونزم کے خلاف ساتھ دینے کیلئے امریکہ کا حمایتی رہا۔ اب اسے تنہا کرنا انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں۔۱۸ امریکی انتظامیہ نے بھی اپنا موقف بتایا کہ امریکہ پابندیوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نتائج سے مطمئن نہیں۔۱۹

ان حالات کے پس منظر میں ۱۹۹۵ء میں امریکی کانگریس نے براؤن ترمیم پیش کی اور یہ ترمیم ۱۹۹۶ء میں قانون بنی۔ اس قانون کے تحت امریکہ اور پاکستان میں تعلقات بہتر ہوئے۔ یوں 268 ملین ڈالر کا فوجی سازو سامان فراہم کیا گیا۔۲۰ اسی ترمیم کے نتیجہ میں امریکہ اور پاکستان کامشاورتی گروپ دوبارہ فعال ہوا۔ امریکہ اور پاکستان نے سالانہ فوجی مشقیں منعقد کی۔ اس طرح سے کچھ تعلقات میں بہتری آئی۔۲۱ لیکن امریکی جوہری ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کی پالیسی کے تحت پریسلر ترمیم سے روکے گئے ۲۸ ایف سولہ طیاروں کے اجرا یا ادا کی گئی رقم کی واپسی کا مسئلہ براؤن ترمیم کے دائرہ اختیار سے باہر رہا۔ براؤن ترمیم بظاہر ایک سطحی رابطہ کے عمل سے زیادہ کچھ نہ تھی۔۲۲

۱۹۹۶ء میں بل کلنٹن کے دوبارہ صدر بننے کے بعد امریکی پالیسی ساز اداروں نے اپنی نئی حکمت عملی کے تحت جنوبی ایشیاء سے متعلق غورو غوض شروع کیا۔ انہوں نے بھارت اور پاکستان سے تعلقات بڑھانے اور غیر منافع بخش معاملات سے احتراز کرنی کی پالیسی

شروع کی۔ اس پالیسی کے تحت امریکی انتظامیہ نے محسوس کیا کہ پاکستان سے علیحدگی نے انہیں اپنے جوہری عدم پھیلاؤ کے مقصد کے علاوہ دوسرے مقاصد سے بھی دور کر دیا ہے اور یہ پالیسی ان کے مفادات میں نہیں ہے۔۲۳

مزید یہ کہ امریکی پالیسی ساز اداروں میں پاکستان کی تعزیراتی اہمیت بھی پیش نظر رہی۔ وہ جانتے تھے کہ پاکستان دنیا کے اس خطے میں ہے جہاں امریکی اتحادیوں کی کمی ہے۔ پاکستان جغرافیائی لحاظ سے مغربی ایشیاء، وسطی ایشیاء اور جنوبی ایشیاء کے تین علاقوں کا حصہ ہے۔ یہ تینوں علاقے شاید دنیا کے سب سے زیادہ غیر مستحکم علاقے ہیں۔ اسی وجہ سے امریکہ پاکستان کو مستقبل میں بننے والے کسی بھی عالمی منظر نامے میں ان علاقوں میں اپنا اتحادی سمجھتا تھا۔۲۴

اس کے علاوہ بھارت، چین اور ایران کی فوجی اور اقتصادی قوت کا پروان چڑھنا، مشرق وسطے کی غیر یقینی صورت حال، افغانستان کا اندرونی خلفشار، نئی آزاد وسط ایشیا کی ریاستوں کی غیر مستحکم صورت حال اور بھارت اور پاکستان کے درمیان غیر حل شدہ تنازعات نے بھی امریکہ کو پاکستان سے متعلق دوبارہ اپنی پالیسی کو سوچنے پر مجبور کیا۔۲۵

مزید برآں امریکی انتظامیہ پاکستان کی مسلمان ممالک میں حاصل شدہ حیثیت سے بھی واقف تھی۔ آبادی کے لحاظ سے پاکستان مسلمان ممالک میں دوسرا بڑا ملک ہے۔اس کا اسلامی کانفرنس کی تنظیم(OIC)میں ایک نمایاں کردار ہے۔ اس کا اقتصادی تعاون کی پانچ مسلمان ممالک کی تنظیم (ECO) میں بھی بڑی اہمیت ہے۔ اس کی آبادی کا ایک بڑا حصہ جمہوری، روشن خیالی اور اعتدال پسند مسلمانوں پر مشتمل ہے۔امریکی انتظامیہ میں یہ احساس نمایاں ہوا کہ اقتصادی پابندیاں پاکستان کو کسی اسلام بنیاد پرستی کی طرف دھکیل سکتی ہیں۔ لہٰذا غیر حقیقی قوانین پر عمل پیرا ہونا فائدہ مند نہیں۔۲۶

اس نئی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے 1997ء میں امریکی سینٹ نے FOAB (Foreign Operations Appropriation Bill) میں ہارکن وارنر ترمیمی بل پاس کیا۔ اس سے براؤن ترمیم کے عمل درآمد میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا گیا۔۲۷ برصغیر میں امریکی دلچسپی کے اظہار کے لیے اعلیٰ سطحی دوروں کو ترتیب دیا گیا۔ اس پالیسی کے

تحت نومبر ۱۹۹۷ء میں سیکرٹری آف سٹیٹ میڈلین البرائیٹ نے پاکستان کا دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران انہوں نے پاکستانی حکام کے ساتھ پاکستان میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کا معاہدہ کیا۔۲۸ جس کے نتیجہ میں TDA OPIC, اور Exim بینک کے چھ رکنی وفد نے مارچ ۱۹۹۸ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔ البرائیٹ کے دورے کے بعد یو ایس ایڈ نے اپنے پروگرام شروع کیے۔۲۹ ستمبر ۱۹۹۷ء میں بل کلنٹن نے نواز شریف سے نیو یارک میں منعقدہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ملاقات میں دو طرفہ دلچسپی کے معاملات کو زیر غور لایا گیا۔ اس ملاقات میں بل کلنٹن نے نواز شریف کے پاکستان اور امریکہ کے درمیان تعلقات میں اضافے کی خواہش ظاہر کی۔۳۰

11 مئی ۱۹۹۸ء میں بھارت نے پانچ ایٹمی دھماکے کیے۔ یہ امریکی جوہری عدم پھیلاؤ کی پالیسی کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا۔ امریکہ نے بھارت کے خلاف پابندیاں عائد کیں۔۳۱ اس سے پیدا ہونے والی صورت حال کے پیش نظر امریکہ نے پاکستان سے رابطہ کیا اور پاکستان کو کسی بڑے عمل سے روکنے کی کوشش کی۔ ان حالات میں امریکہ نے پاکستان کو ایٹمی دھماکوں سے روکنے کے لیے تمام اقتصادی پابندیاں اٹھانے اور فوجی اور اقتصادی امداد بحال کرنے کی پیش کش بھی کی۔۳۲

بھارت کی طرف سے جوہری ہتھیاروں کے تجربے کے بعد اس نئی پیدا شدہ صورت حال میں حکومت سیاسی اور عوامی دباؤ میں تھی۔ پورے پاکستان میں انڈیا کے ایٹمی دھماکوں کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال میں برابری کا جواب دینے کی شدید خواہش تھی۔ یہ معاملہ اس وقت ''ابھی نہیں، تو کبھی نہیں''والا تھا۔ کشمیر کے غیر حل شدہ مسئلہ کی موجودگی میں، بھارتی راہنماؤں کے دھمکی آمیز بیانات اور این پی ٹی اور سی ٹی بی ٹی پر عالمی دباؤ نے پاکستان کو خاصی مشکل میں ڈال دیا تھا- بالآخر پاکستان نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو پانچ ایٹمی دھماکے کئے اور ساتھ ہی ایک اوردھماکہ بھی اس کے بعد کیا۔ امریکہ نے اس کے بعد پاکستان کے خلاف ایک دفعہ پھر اقتصادی پابندیاں عائد کیں۔۳۳

اگرچہ امریکہ نے پاکستان پر پابندیاں تو عائد کیں مگر پچھلے کچھ عرصہ سے زائد پاکستان پر عائد پابندیوں کے تناظر میں امریکی پالیسی ساز اسے کوئی زیادہ سود مند نہیں سمجھ

رہے تھے۔اس وقت پاکستان کے خزانہ میں صرف 600 لاکھ ڈالر غیر ملکی کرنسی موجود تھی اور وہ 30 بلین ڈالر کا مقروض بھی تھا۔۳۴ ان کے نزدیک اس سے پاکستان کے اقتصادی حالات اور زیادہ گھمبیر ہوں گے اور پاکستان ایٹمی ہتھیار ایران جیسے کسی اور اسلامی ملک کو فروخت کر سکتا ہے۔۳۵ اس پس منظر میں امریکہ نے پاکستان کو تنہا نہ کرنے کی پالیسی اپنائی۔ اس کے تحت دسمبر ۱۹۹۸ء میں نواز شریف نے امریکہ کا دورہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں ایف 16 کا عرصہ سے کھٹائی میں پڑا مسئلہ حل کیا گیا۔ امریکہ نے 324 ملین ڈالر رقم نقد ادا کی اور اگلے دو سالوں میں 140 ملین ڈالر کی گندم اور دیگر اشیاء فراہم کیں۔۳۶

اسی عرصہ میں کارگل کا پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگی واقعہ بھی پیش آیا۔ اس واقعہ کی شدت ان دو ممالک کو مکمل جنگ میں بھی دھکیل سکتی تھی۔ یہ حالات امریکی پالیسی سازوں کے لیے جنوبی ایشیاء میں ان کے مقاصد کے حصول میں ایک دھچکا محسوس ہوا۔۳۷ مزید برآں ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو پاکستانی فوج کے سپہ سالار جنرل پرویز مشرف نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ وزیر اعظم نواز شریف کو معطل کیا اور گرفتار کر کے گھر میں نظر بند کر دیا۔ اس کے دو دن بعد جنرل مشرف نے آئین اور مقنّنہ کو معطل کر دیا۔ اس نئی صورت حال کے پیش نظر امریکہ نے ایک دفعہ پھر پاکستان پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دیں۔۳۸

ان نئی پابندیوں کا پاکستان پر کوئی خاطر خواہ اثر نہ ہوا کیونکہ وہ پہلے سے ہی اقتصادی پابندیوں کی زد میں تھا۔ اب اس نئی صورت حال میں امریکہ پاکستان کو مزید تنہا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چونکہ پاکستان شدید اقتصادی مسائل کے ساتھ گنجان آبادی والا ملک تھا اس کے علاوہ چند موثر سویلین اداروں کے ساتھ ایک ایٹمی قوت تھا۔ سیاسی اداروں کی ناکامی مزید پاکستان کو مشکلات میں دھکیل سکتی تھی۔ مزید برآں امریکہ میں ایک عرصہ سے یہ خیال بھی تھا کہ پاکستان ایک ''ناکام ریاست'' بن سکتا ہے۔۳۹ اس کا ایٹمی ہتھیاروں کا کنٹرول فوج میں موجود انتہا پسند لوگوں کے ہاتھوں میں جا سکتا ہے۔۴۰ اور اقتصادی صورت حال اسے جوہری ہتھیار دوسرے ممالک کو ترسیل کرنے میں مجبور کر سکتے ہیں۔ خاص طور پر جنوبی کوریا کو ہتھیاروں کی فروخت کا بھی خدشہ تھا یا ایٹمی ہتھیاروں کے بدلے میں میزائل ٹیکنالوجی بھی لی جا سکتی تھی۔۴۱

جون ۲۰۰۱ء میں جنرل مشرف نے سابق صدر رفیق تارڑ کو برطرف کر دیا۔ اس قدام نے امریکی خدشات کو مزید تقویت دی۔[۴۲] امریکی حکام جنرل مشرف کو کارگل جنگ کا ماسٹر مائنڈ بھی سمجھتے ہوئے پاک بھارت تعلقات کے لیے خطرناک سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اس سے انڈیا اور پاکستان کے حالات مزید کشیدگی کی طرف بڑھیں گے۔[۴۳] اس کے علاوہ امریکہ مقبوضہ کشمیر میں جاری جہادی سرگرم تنظیموں جیسے حرکت الانصار، جیش محمد، لشکر طیبہ، حرکت المجاہدین کی سرگرمیوں کے بارے میں بھی تشویش رکھتا تھا۔[۴۴] اس کے ساتھ ہی وہ پاکستان میں دینی مدارس اور مذہبی تنظیموں کی سرگرمیوں کے بارے میں بھی منفی سوچ رکھتا تھا۔ وہ ان کے بارے میں سخت پالیسی کا خواہاں تھا۔[۴۵] اور اس سلسلے میں جنوری ۲۰۰۰ء میں تین امریکی عہدیداروں نے جنرل مشرف سے ملاقات کی اور انہیں اپنی تشویش سے آگاہ کیا۔ امریکہ پاکستان کی طالبان پالیسی کے بارے میں بھی اپنے تحفظات رکھتا تھا اور اسے پاکستان سے مذہبی شدت پسندی اور جہادی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے تعاون درکار تھا۔[۴۶]

اس ساری صورت حال میں پاکستان اور امریکہ کے تعلقات کوئی بہتر حالت میں نہیں تھے۔ اور ان میں بہت حد تک سرد مہری تھی۔ لیکن ۱۱ستمبر۲۰۰۱ء کو ہونے والے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنٹاگون کی عمارتوں پر دہشت گردی کے حملوں نے ساری صورت حال تبدیل کر دی۔عالمی منظر نامے میں ایک نیا موڑ آیا اور اس کے نتیجہ میں امریکی خارجہ پالیسی کا سب سے اہم نقطہ دہشت گردی کے خلاف جنگ تھی۔ سرد جنگ کے بعد امریکی خارجہ پالیسی میں یہ سب سے بڑا موڑ تھا۔اس نئی صورت حال میں اب اس کی خارجہ پالیسی کا سب سے بڑا مقصد دنیا سے دہشت گردی کا خاتمہ تھا۔ اس نئی صورت حال میں ایک دفعہ پھر پاکستان عالمی منظر نامے میں اہمیت اختیار کر گیا۔ امریکہ نے اپنی نئی پالیسی کے تحت پاکستان سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون کا کہا۔ جسے پاکستان نے قبول کرتے ہوئے اس نئی صورت حال میں پاکستان سے طالبان اور القائدہ کے خلاف فوجی آپریشن کے لیے تعاون میں آمادگی ظاہر کی اور پاکستان نے اس جنگ کا امریکی اتحادی بنتے ہوئے اپنے ہوائی اڈے فراہم کئے انہیں خفیہ معلومات بہم پہنچائیں اور ان کو افغانستان تک فوجی ترسیل کے

لیے اپنی مواصلات کی اجازت دی۔ اور یوں پاکستان ایک دفعہ پھر امریکی فوجی اتحادی بنا۔ اور یوں امریکہ کی پاکستان کو تنہا کرنے کی ایک دھائی پر مشتمل پالیسی اپنے اختتام کو پہنچی۔

حاصل بحث

اس مقالہ سے سرد جنگ کے بعد امریکہ کی پاکستان سے متعلق خارجہ پالیسی سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ عالمی تعلقات میں تمام ممالک اپنے قومی مفادات کے تحت اپنی پالیسیاں ترتیب دیتے ہیں۔ ان میں کوئی مستقل دوست یا مستقل دشمن نہیں ہوتا۔ خاص طور پر طاقت ور ممالک اپنے مفادات کے لیے کمزور یا کم طاقت والے ممالک کو کس طرح اپنے ساتھ ملاتے ہیں۔ اس تناظر میں امریکی سرد جنگ کی پاکستان کے متعلق خارجہ پالیسی ایک واضح مثال ہے۔ امریکہ نے اپنے قومی مفاد کے لیے سرد جنگ میں پہلے کس طرح پاکستان کو بطور اتحادی اہمیت دی اور سرد جنگ کے خاتمے کے بعد جونہی اس کی ترجیحات بدل گئیں اس نے کیسے پاکستان کو تنہا کر دیا۔ پھر دہشت گردی کے خلاف جنگ میں جب پاکستان کے تعاون کی ضرورت پڑی تو پھر اِسے اپنا اتحادی بنایا۔ یہ ایک طاقت ور اور کمزور ملک کے تعلق کی بہترین مثال ہے۔

حوالہ جات

1. Tehmina Mahmood, "Pressler Amendment and Pakistan's Security Concerns", *Pakistan Horizon,* Volume 47, Number 4, October 1994.
2. Ibid.
3. Senator Larry Pressler, *Testimony before Senate Foreign Relations Subcommittee,* March 9, 1993.
4. Mujeeb Afzal, "Pak-US Relations: Post Cold War Phase", Pakistan *Journal of American Studies,* Volume 14, Nos. 1&2, Spring & Fall 1996.
5. Ibid.
6. Dennis Kux, *The United States and Pakistan 1947-2000: Disenchanted Allies,* (Karachi: Oxford University Press, 2001), p. 306.
7. Ibid.
8. Kux, op. cit., p. 308.
9. Ibid.
10. Kux, op. cit., p. 308.

11. Muhammad Fiaz Anwar, US Sanctions against Pakistan-Rationale & Impact (M. Phil. Thesis, Quaid-i-Azam University Islamabad, 2005), P. 46.
12. Dennis Kux, op. cit., p. 323.
13. Ibid.
14. Dennis Kux, op. cit., p. 328.
15. Samina Yasmin, *"Pakistan's Cautious Foreign Policy" Survival,* Vol.36, No.2, summer 1994, p. 126.
16. *The Nation,* March 10, 2001.
17. Lee H. Hamilton, "Time to Modify the Pressler Amendment", The News, March 15, 1995.
18. *The Nation,* April 14, 1995.
19. Joint Statement of President Bill Clinton and Prime Minister Benazir Bhutto at the White House, Washington D.C., April 11, 1995. US Department of State Dispatch 6, April 24, 1995.
20. Independent Task Force Report, A New US Policy Toward India and Pakistan (New York: Council on Foreign Relations, 1997)
21. Robert G. Wirsing, "Pakistan's Security in the "New World Order": Going from Bad to Worst?", *Asian affairs: An American Review,* Vol. 23, No.2, Summer 1996.
22. Robin Raphel, "Raphel: US Proposes Compromise on Pressler Amendment." Congressional Testimony before Senate Foreign Relations Subcommittee, September 14, 1995.
23. Lee H. Hamilton, "Time to modify the Pressler Amendment" *The News,* November 24, 1998.
24. Danna Priest, "U.S. Pakistan to Renew Talks", Washington Post, January 11, 1995, cited in Dennis Kux, op. cit., P. 328.; Prof. Ralph Braibanti, "Strategic Significance of Pakistan" *Journal of South Asian Studies and Middle Eastern Studies,* Vol. XX., No.1, Fall 1996, p.19.
25. Howard Hart, "Don't Alienate Pakistan," *Chicago Tribune*, September 14, 1995, quoted in Humayn Gauhar, op. cit, p. 20.
26. Samina Yasmin, "Pakistan's Cautious Foreign Policy" *Survival,* Vol.36, No.2, summer 1994, P.126.
27. Rais Ahmed Khan, "Fifty Years of Pak-US relations," *Journal of American Studies,* Volume 16, spring 1998, No.1 op. cit, p. 6.
28. Dennis Kux, op.cit, p. 341.
29. United States Agency for International Development, "Promoting Primary Education for Girls in Pakistan, *Impact Evaluation",* May 1995.

30. Dennis Kux, op. cit, p. 341.
31. James Bannet, "Clinton Calls Tests a Terrible Mistake, and Announces Sanctions against India", *New York Times,* May 14, 1998.
32. Dawn, May 16, 1998.
33. Jeanne J.Grimmett, "Nuclear Sanctions: Section 102 (b) of the Arms Export Control Act and Its Application to India and Pakistan", *CRS Report for Congress,* December 9, 1999.
34. David Cortright, Samina Ahmed, Bulletin of the Atomic Scientist, *Chicago TIme,* Sep./Oct., 1998.
35. Amna Mehmood, "American Policy of non-Proliferation towards Pakistan: A Post Cold War Perspective", *Pakistan Horizon,* Volume 56, Number 1, January 2003, p. 55.
36. Dennis Kux, op. cit., p. 351.
37. Barbara Leitch LePoer, "Pakistan-US Relations" *CRS Issue Brief for Congress,* December 31, 2001, p. 105.
38. Dennis Kux, p. 355.
39. Kim Sa Nae, "North Korea aid to Pakistan raises nuclear fears," Los Angeles Times, August 28, 1999, Cited in Alan Kronstadt, "Nuclear weapons and Ballistic Missile Proliferation in India and Pakistan: Issues for Congress" *CRS Report for Congress,* July 31, 2000, p. 6.
40. Barbara Leitch LePoer, "Pakistan-US Relations" *CRS Issue Brief for Congress,* December 31, 2001, p. 9.
41. Ibid.
42. Barbara Leitch LePoer, op. cit.,, p. 5.
43. Ibid, p. 355.
44. U.S. Department of State, Patterns of Global Terrorism: 1999, May 2000.
45. John Lancaster, "U.S. Pressures Pakistan to Cut Ties With Extremist Groups" *The Washington Post,* January 26, 2000.
46. US Department of State, *Report on Global Terrorism for 2000,* April 30, 2001.